سوانح حیات

ڈاکٹر شمیم روشن آرا، ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی، ایل۔ ایل۔ بی

مضمون نگار نے یہ مضمون زیادہ تر مولانا ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ زید مجدہا کی زبانی معلومات کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔ اس میں ان کے بنگلہ دیش سے پاکستان پہنچنے کی بڑی عجیب اور ایمان افروز داستان بھی ہے۔ (ادارہ)

مولانا سید محمد متین ہاشمی ہندوستان کے مشہور شہر غازی پور میں ۵ رجولائی ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب سید صاحب ان کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ دو آدمی مل کر کعبہ شریف بنا رہے ہیں۔ سید صاحب کی والدہ بھی ان آدمیوں کے ساتھ کعبہ شریف بنانے میں شریک ہو گئی ہیں مٹی گھول کر کچھ ان لوگوں کو دی اور کچھ مٹی سے خود اس کی سیڑھیاں بہت خوبصورت طریقے سے بنا رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ تھا کہ جو ہستی ان کے پیٹ میں پرورش پا رہی ہے وہ اس دنیائے فانی میں آکر اسلام کا نام روشن کرے گی اور یہ وقت نے ثابت کر دیا کہ سید محمد متین ہاشمی صاحب نے اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت کرتے گزار دی۔

ابتدائی تعلیم غازی پور کے مدرسہ دینیہ سے حاصل کی۔ اسکے بعد دینی تعلیم حاصل کرنے کیلیے دیوبند چلے گئے دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے اپنے چچا سید محسن کے زیر نگرانی انگریزی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ وہ ان کو پڑھا کر پرائیویٹ امتحان دلواتے رہے یہاں تک

کہ انھوں نے گریجویشن پاس کر لیا۔ ۲۵ سال کی عمر میں سیّد صاحب نے تمام تعلیم مکمل کر لی تھی۔ جب پاکستان بنانے کے لیے جدوجہد کی جا رہی تھی اس وقت ان کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال تھی اس لیے یہ پاکستان کی تحریک میں باقاعدہ طور پر تو حصّہ نہ لے سکے لیکن اس عمر میں جتنا ساتھ دیا جا سکتا تھا وہ انہوں نے دیا۔

۱۹۵۰ء کے آخر میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد سیّد صاحب بنگال کے علاقہ سیدپور چلے گئے۔ یہ ایک بہت پسماندہ علاقہ تھا وہاں پہ ریلوے ورکشاپ کی وجہ سے مزدوروں کی رہائش زیادہ تھی۔ اس وقت وہاں پر صرف دو سکول قائداعظم سکول اور مسلم سکول تھے۔ ہاشمی صاحبؒ کو قائداعظم اسکول میں عربی ٹیچر کی جگہ مل گئی اور وہ وہاں پر تقریباً ایک سال تک اسی عہدہ پہ خدمت انجام دیتے رہے۔ پڑھانے کے دوران ہاشمی صاحبؒ نے محسوس کیا کہ یہ مزدور بچے اپنی غریبی کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے صرف میٹرک پاس کر کے یہ اسی شہر میں کسی کارخانہ وغیرہ میں ملازم ہو جاتے ہیں اور اپنی ساری عمر کارخانہ میں بطور مزدور گزار دیتے ہیں انھوں نے محسوس کیا کہ ان بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے اس شہر میں ایک کالج ہونا چاہیے۔ لہذا انھوں نے قائداعظم سکول کی نوکری چھوڑ دی اور ایک کالج بنانے کا ارادہ کیا۔ اس ارادہ کی تکمیل کے لیے انھوں نے قائداعظم سکول کی بلڈنگ میں ایک نائٹ کالج کھول لیا۔ اسی اسکول سے تین آدمیوں نے بھی ان کا ساتھ دیا ان میں ایک آدمی کا نام خواجہ افتخار تھا۔ ان چاروں نے مل کر نائٹ کالج چلانا شروع کیا اور اس کا نام "قائداعظم اردو کالج" رکھا۔ وہاں کالج کے نام میں اردو شامل کرنے پر بڑی لے دے ہوئی لہذا مخالف لوگوں نے چار سال تک کالج منظور نہیں ہونے دیا چار سال تک ان چاروں نے نائٹ کالج میں خود ہی پڑھایا خود ہی اسکی صفائی وغیرہ کی۔ جو تھوڑی بہت رقم آتی تھی وہ بجلی پانی وغیرہ کے بل ادا کرنے میں لگ جاتی تھی۔ اس دوران کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی اس قدر برکت شامل تھی کہ گھر میں کبھی کسی تنگی کا احساس نہیں ہوا۔ چار سال بعد جب کالج منظور ہوا تو سب نے آپ کی اس طرف توجہ مبذول کرائی کہ آپ ایم اے کر لیں لہذا ۱۹۶۱ء میں آپ نے پنجاب میں ایک سال رہ کر پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔ کالج والوں نے آپ کو پرنسپل بننے کی پیشکش

کی جس کا آپ نے اپنی مصروفیت کا جواز پیش کرکے انکار کر دیا۔ صرف پروفیسر بننے پر اکتفا کیا لیکن ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۰ میں کالج والوں نے زبردستی آپ کو پرنسپل بنا دیا۔ کالج کے زمانہ میں ہی انھوں نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام جامعہ عربیہ ہے۔ اب تو یہ مدرسہ بڑے عروج پر پہنچا ہوا ہے۔ کیونکہ آپ کو اس مدرسہ کا انتظام بھی چلانا ہوتا تھا اس لیے وہ کالج کے پرنسپل بننا نہیں چاہتے تھے۔

ایم اے کرنے سے پہلے ہی سید محمد متین ہاشمیؒ چوہدری محمد علی کے ساتھ نظام اسلام پارٹی سے منسلک تھے۔ اس دوران تقریر کے سلسلہ میں کئی بار لاہور آئے۔

ہاشمی صاحبؒ کی زندگی کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ سکندر مرزا کے دور میں جب پاکستان کا نام "جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔ اس سلسلہ میں سید پور کے افسروں نے جمہوریہ ڈے منانے کا انتظام کیا۔ اس فنکشن کے لیے ہندوستان سے ناچنے والی عورتیں بلائی گئی تھیں۔ ہاشمیؒ صاحب نے مطالبہ کیا کہ اس سلسلہ میں ناچ گانا نہیں ہونا چاہیے آپ لوگ کوئی اسلامی جلسہ کریں لیکن وہ لوگ نہیں مانے جس پر ہاشمی صاحبؒ نے احتجاجی جلوس نکالا جس میں شہر اور گاؤں کے تمام لوگوں نے شرکت کی چند افسروں کے علاوہ بنگالی، بہاری، امیر، غریب رکشہ ڈرائیور، بیل گاڑی والے غرض سب لوگوں نے اس احتجاجی جلوس میں شرکت کی۔ جلسہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ ناچ گانا نہیں کرنے دیں گے لہٰذا جلوس والوں نے بلڈنگ کا گھراؤ کر لیا۔ وہاں پر خوب لڑائی ہوئی یہاں تک کہ پولیس نے گولی چلا دی۔ وہاں کا ڈی۔ آئی۔ جی ہاشمی صاحبؒ کا سخت مخالف ہو گیا۔ اس نے ان کی اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کا سمن جاری کر دیا۔ پولیس والے ان کو گرفتار کرنے سے ڈرتے تھے کیونکہ تمام لوگ ان کے ساتھ تھے۔ عوام نے اعلان کیا تھا کہ اگر ہاشمی صاحبؒ کو گرفتار کیا گیا تو شہر کے پولیس والوں کے گھروں کو آگ لگا دیں گے۔ اسلیے پولیس والے اس خوف سے ان کو گرفتار نہیں کر رہے تھے اور ڈی آئی جی کا دباؤ ان پر بڑھتا جا رہا تھا پولیس والے آکر کہتے تھے کہ ہم آپ کو گرفتار نہیں کر سکتے کیونکہ ہم آپ کو گرفتار کرتے ہیں تو جان جانے کا خطرہ ہے عوام ہم کو مار ڈالے گی اور اگر نہیں کرتے تو نوکری جانے کا خطرہ ہے لہٰذا آپ ہی ہماری کچھ مدد کیجیے۔ ہاشمی صاحبؒ کسی سے تعصب نہیں رکھتے تھے لہٰذا

آپ نے ان سے معاہدہ کیا کہ جب آپ لوگ مجھے گرفتار کریں گے تو میں مجمع کو کنٹرول کرلونگا۔ جب پولیس والوں نے آپ کو گرفتار کیا تو جیپ میں بیٹھ کر مجمع کو کنٹرول کرتے رہے اس کے باوجود لوگ اس جیپ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ آپ کی گرفتاری دو ماہ بعد عمل میں آئی۔ شام ۴ بجے ان کو گرفتار کیا گیا تھا لیکن لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے جیپ مغرب تک تھانے پہنچی وہاں پولیس والوں نے پہلے سے ضمانت کے کاغذ تیار کر رکھے تھے۔ جیسے آپ وہاں پہنچے تو انھوں نے عرض کی کہ آپ جلدی سے ضمانت لے لیں اور اپنے گھر جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ تمام لوگ جوش میں آجائیں۔ ہاشمی صاحب نے مزاحاً کہا کہ آپ لوگ ہمیں چائے نہیں پلائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت آپ جلدی سے چلے جائیں پھر کسی اور دن تشریف لائیں تو ہم آپ کو چائے پلاویں گے۔ اس کے بعد ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ ہاشمی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جب ایوب خان نے حکم دیا کہ اس قسم کے تمام لغو مقدمے ختم کر دیے جائیں تب یہ مقدمہ بغیر کسی فیصلہ کے ختم ہوگیا اور اس ڈی۔ آئی۔ جی کا وہاں سے تبادلہ کر دیا گیا۔

ہاشمی صاحبؒ کو اپنے پیر سے ہدایت تھی کہ ایک جگہ آپ نے اس وقت تک دو تقریریں نہیں کرنی جب تک ایک تقریر کے بعد آپ واپس نہ آئیں اس کے بعد لوٹ کر واپس جائیں پھر دوسری تقریر کریں۔ ایک بار کستیہ کے علاقہ میں انھوں نے تقریر کرنی تھی اسی دوران سیدپور میں ایک شخص کے لڑکے کی شادی تھی اور اس کا بہت اصرار تھا کہ آپ شادی میں ضرور شرکت کریں لہذا اس مجبوری کے پیش نظر آپ نے واپس آئے بغیر کستیہ رک کر دونوں تقریریں کیں۔ شاید پیر صاحب کی حکم عدولی کی بنا پر جب آپ کستیہ کے سٹیشن کی طرف جا رہے تھے کہ سٹیشن سے کچھ دور آپ کی گاڑی ایک پول سے ٹکرا گئی اس حادثہ میں آپ کے دماغ پر چوٹ آئی جس کی وجہ سے آپ کا سارا جسم مفلوج ہوگیا جسم کے مفلوج ہونے کے بعد آپ کافی دیر تک کھیت میں بے یار و مددگار پڑے رہے۔ اس دوران گاؤں کے لوگ آپ کا سامان بھی لوٹ کر لے گئے۔ چونکہ ٹیکسی ڈرائیور کو چوٹ نہیں آئی تھی اور وہ ٹھیک حالت میں تھا اس نے سوچا کہ وہ اکیلے تو آپ کو اس حال میں اٹھا کر نہیں لے جا سکتا اس لیے وہ اپنی مدد کے لیے کسی آدمی کو لینے چلا گیا۔ اس حال میں بھی آپ پورے ہوش و حواس میں تھے جبکہ حالت

اس وقت یہ بھی کہ صرف آپ کا سر حرکت کر سکتا تھا اور بدن پتھر کی مانند ہو چکا تھا۔ جب آپ کو اُٹھا کر گاڑی میں لٹایا تو آپ نے گاؤں کے لوگوں کو بتایا کہ میں متین ہاشمی ہوں تم نے مجھ کو نہیں پہچانا میں وہاں جا کر تم سب کے لیے بد دعا کروں گا اتنا معلوم ہونے کے بعد تو گاؤں والوں کے طوطے اُڑ گئے۔ انہوں نے فوراً آپ کا سارا سامان واپس لا کر دیا اور آپ سے معافیاں مانگنے لگے کہ ہم سے سخت غلطی ہوگئی ہم نے آپ کو نہیں پہچانا۔ ریل گاڑی میں کچھ جاننے والے لوگ مل گئے جنہوں نے ڈرائیور سے کہا کہ تمہیں انھیں لے جانے کی ضرورت نہیں اب ہم خود ان کو لے جائیں گے۔ ان میں سے ایک پڑھے لکھے آدمی نے سٹیشن ماسٹر کو ہاشمی صاحب کی حالت کے بارے میں بتایا۔ سٹیشن ماسٹر نے سنتھار فون کیا کہ متین ہاشمی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ہماری گاڑی پہنچنے سے پہلے وہاں ایک ڈاکٹر کا انتظام کر کے رکھیں تاکہ انکا اتنا علاج ہو سکے کہ وہ آرام سے سید پور پہنچ جائیں۔ سنتھار کے سٹیشن پر جب گاڑی پہنچی تو وہاں پر پہلے سے ڈاکٹر موجود تھا جب اس نے ہاشمی صاحب کا چیک اپ (معائنہ) کیا تو اس نے کہا کہ میں انکو کوئی دوائی نہیں دونگا کیونکہ یہ ایک عوامی آدمی ہیں اور ان کی حالت بہتر نہیں ہے۔ ان کی حالت ایسی ہے کہ یہ دو تین گھنٹے سے زیادہ زندہ نہیں رہیں گے۔ انکا سارا بدن مفلوج ہو چکا ہے اگر دل نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا تو یہ ختم ہو جائیں گے۔ لہذا اس نے انکو کوئی دوائی نہیں دی۔ جب صبح کو گاڑی پہنچی تو وہاں کے واحد ہسپتال (ریلوے ہسپتال) میں ان کو داخل کرا دیا۔ سولہ سترہ دن ہسپتال میں زیر علاج رہے اس کے بعد گھر تشریف لے آئے گھر میں بھی ورزش اور علاج تین سال تک ہوتا رہا۔ اس وقت بھی یہ حالت تھی کہ سارا جسم مفلوج تھا صرف سر حرکت کر سکتا تھا ایسی حالت ڈیڑھ سال تک رہی۔ جب کالج کے پرنسپل نے یہ حالت دیکھی تو اس نے فیصلہ کیا کہ ان کو ہٹا کر دوسرا پروفیسر تعینات کر دیا جائے لیکن کالج کے طلبا نے احتجاج کیا کہ وہ صرف ہاشمی صاحبؒ سے پڑھیں گے اور کسی پروفیسر سے نہیں پڑھیں گے اس کے بعد طلبا گھر پر پڑھنے آنے لگے اور یہ لیٹے لیٹے ان کو لیکچر دیتے رہے۔ مدرسہ کے بچے بھی صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک حدیث کا سبق لیتے تھے اور تین سے چار بجے تک کالج کے طلبا پڑھنے آتے تھے۔ ہاشمی صاحبؒ کی قابلیت کا یہ حال تھا کہ اس حال میں بھی

ان کی یادداشت اتنی اچھی تھی کہ ان کو کسی کتاب کو دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ دوسرے سال کے آخر میں آپ چھڑی کے سہارے کھڑے ہونے لگے۔ سیدپور کے مزدوروں نے ایسی حالت میں آپ کی بہت خدمت کی۔ جب آپ چھڑی کے سہارے کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے تو آپ نے سائیکل رکشہ پر بیٹھ کر اپنے تمام کام سرانجام دینے شروع کر دیے۔

۱۹۷۱ء میں جب ہندوستان پاکستان کی جنگ شروع ہوئی تو انھوں نے پاکستان اور اسلام کی بہت حمایت کی اور جب بنگالی بنگلہ دیش بنانے لگے تو ہاشمی صاحب نے ان سے کافی لڑائی کی یہاں تک کہ مکتی باہنی نے ان کے سر کی قیمت دس ہزار انعام کے طور پر مقرر کی لیکن ایسے حالات میں بھی وہ پیچھے نہیں ہٹے اپنے اہل و عیال کو کراچی روانہ کرنے کے بعد تنہا ان سے مقابلہ کرتے رہے۔ سر کی قیمت مقرر ہونے کے بعد تین چار ماہ تک روپوش رہے لیکن اس کے باوجود اپنے لوگوں کی کمان کرتے رہے۔

جب مکتی باہنی نے ان کو ڈھونڈنا شروع کیا تو اس جگہ پر جہاں یہ ایک گھر میں چھپے ہوئے تھے کرفیو لگ گیا۔ مکتی باہنی والے تلاشی لینے اسی گھر میں پہنچ گئے۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ برقع اوڑھ کر ساتھ والے گھر میں چلے جائیں۔ ان کی مردانگی نے یہ گوارہ نہ کیا اور انھوں نے کہا "جیوں گا تو مرد بن کر اور مروں گا تو مرد بن کر" وہاں پر یہ بھی اعلان ہوا تھا کہ جس گھر سے ہاشمی صاحب برآمد ہوں گے اس گھر کے سب لوگوں کو مار دیا جائے گا اور جب نے ہاشمی صاحبؒ کو اطلاع دی، اس کو بے اختیار ہاشمی صاحبؒ نے کہا کہ مکتی باہنی والے میرے جسم کو چھو نہیں سکیں گے۔ بعد میں کہتے تھے کہ میں نے یہ الفاظ قصداً نہیں کہے تھے۔ یہ بات سن کر گھر والے مطمئن ہو گئے اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ یہیں رہیں۔ آپ وہیں چوکی پر لحاف اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اس کمرہ میں اس چوکی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ لیٹ کر سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کر دی۔ اسی وقت مکتی باہنی والے پہنچ گئے اور سارے گھر کی تلاشی لینی شروع کی۔ بعد میں اس کمرہ میں آئے۔ سارے کمرہ کی تلاشی لی۔ چوکی کے نیچے بھی دیکھا لیکن ہاشمی صاحبؒ ان کو نظر نہیں آئے۔ اور انکا یہ حال تھا کہ مکتی باہنی والے تلاشی لے رہے ہیں اور وہ سورۃ یٰسین پڑھتے پڑھتے وہیں لیٹے لیٹے سو گئے۔ مکتی باہنی والوں نے گھر کی عورت سے پوچھا آپ نے ان کو کہیں دیکھا ہے

اس نے کہا نہیں۔ انھوں نے چوکی کے نیچے اور اس کے اطراف میں جھانک جھانک کر دیکھا لیکن لحاف اٹھا کر نہیں دیکھا (ہو سکتا ہے کہ اعجاز الٰہی کے باعث نظر ہی نہ آیا ہو) وہیں پر آپ کی شیروانی لٹکی ہوئی تھی۔ مکتی باہنی والے کہنے لگے کہ ہاشمی صاحب بھی ایسی ہی شیروانی پہنتے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ یہ شیروانی تو میرے بیٹے کی ہے اس کے بعد تلاشی لے کر وہ چلے گئے۔ جب اس گھر والوں کو محسوس ہوا کہ مکتی باہنی والوں کو ہمارے پر شک ہو گیا ہے اور خطرہ ہے کہ ہمارے گھر پر حملہ ہو گا تو انھوں نے گھر کے قریب ایک پان کا کھوکھا تھا اس میں لے جا کر بٹھا دیا۔ یہ کھوکھا ایک میدان میں تھا۔ مکتی باہنی والوں نے سارے محلہ اور گھر کی تلاشی لی اس کے بعد اس میدان میں آ کر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ ہاشمی صاحب نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ "میں پاکستان کے لیے اپنا خون دوں گا میں پاکستان کے لیے آخری دم تک لڑوں گا"۔ اس پر وہ آپس میں کہ رہے تھے کہ معلوم نہیں وہ کہاں گیا کہتا تھا خون دوں گا۔ ہم کو مل جائے تو ہم اس کی ناک کاٹیں گے، کان کاٹیں گے اس کے ایک ایک اعضاء کو کاٹیں گے اور اس کو سسکا سسکا کر ماریں گے۔ چونکہ ہاشمی صاحب قریب ہی کھوکھے میں موجود تھے اس لیے ان کی سب باتیں سُن رہے تھے۔ اس واقعہ کو خود ہاشمی صاحب اس قدر خوش ہو کر بیان فرماتے کہ ان کے چہرے پر ایک نور پھیل جاتا تھا اور آنکھوں میں اتنی چمک آجاتی تھی کہ خوشی جھلکنے لگتی تھی۔

تلاشی کے دوران ان کے کئی دوستوں کو گرفتار کیا گیا ان میں خواجہ افتخار، نظام، پروفیسر شمیم اور پروفیسر آفتاب شامل تھے۔ مکتی باہنی کے لوگ ان سے متین ہاشمی صاحب کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے رہے۔ آخر میں آپ کے خاندانی ڈاکٹر ادریس کے گھر اور ہسپتال کی تلاشی لی۔ ان کا خیال تھا کہ ڈاکٹر ادریس نے آپ کو مریض بنا کر اپنے ہسپتال میں لٹا لیا ہے۔ جب ہاشمی صاحب کی کوئی خبر نہیں ملی تو ڈاکٹر ادریس کو پکڑ کر لے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک ان پر تشدد نہیں کیا جائے گا وہ نہیں بتائیں گے۔ اتفاق سے اس جگہ ایک ہندوستانی میجر آگیا وہ ڈاکٹر صاحب کو جانتا تھا اس نے مکتی باہنی والوں سے پوچھا کہ وہ ان کو کیوں لائے ہیں۔ ڈاکٹر ادریس نے اس کو بتایا کہ انھوں نے میرے گھر اور ہسپتال کی کافی دنوں تک تلاشی لی ہے اب یہ یہاں مجھ پر تشدد کرنے کے لیے لائے ہیں۔ بے شک میں ہاشمی صاحب کا خاندانی ڈاکٹر ہوں اور ان کا

دوست بھی ہوں لیکن مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں ۔ ہندوستانی میجر نے کہا کہ اگر آپ جانتے ہیں تو سچ سچ بتا دیں ۔ انھوں نے کہا کہ میرے بہت سے مریض ہیں میں ان کے پیچھے پیچھے تو نہیں پھرتا البتہ میں نے سنا تھا کہ وہ فوج کے ساتھ رنگ پور چلے گئے تھے اور وہاں ان کا ہارٹ فیل ہوگیا ۔ اب یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی میں نہیں جانتا ۔ یہ سن کر وہ میجر ان بنگالیوں پر بہت ناراض ہوا کہ تمہارے ڈر سے سارے ڈاکٹر شہر چھوڑ کر چلے گئے ہیں اب شہر میں صرف یہ واحد ڈاکٹر ہیں جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ان سے ہی علاج کراتے ہیں تم ان کو بھی مار ڈالو گے تو علاج کرانے کس کے پاس جاؤ گے ۔ وہاں ریڈ کراس کا ایک انگریز ڈاکٹر بھی موجود تھا وہ ڈاکٹر ادریس کو جانتا تھا کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنا بیٹا اس کے ساتھ اس غرض سے کر دیا تھا کہ وہ بنگالی بھی جانتا تھا اور انگریزی بھی جب مریض بنگالی میں اپنا حال بیان کرتے تھے تو وہ انگریز ڈاکٹر کو اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے بتاتا تھا ۔ اس نے بھی بنگالیوں سے کہا کہ تم اتنے اچھے شخص کو کیوں مار رہے ہو ۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ دیا گیا ۔ واپس آکر ڈاکٹر ادریس نے متین ہاشمی صاحب کی ہارٹ فیل ہونے کی خبر بہت اچھی طرح سارے شہر میں مشہور کرادی ۔ انھوں نے یہ خبر اس مصلحت کے تحت مشہور کرائی تھی تاکہ آپ آرام سے پاکستان پہنچ جائیں ۔ اس خبر کے مشہور کرانے سے یہ فائدہ ہوا کہ مکتی باہنی والوں نے آپ کا زیادہ پیچھا کرنا چھوڑ دیا سقوط ڈھاکہ کے وقت یہ فوج کے پاس گئے ۔ فوج سے کہا کہ میں آپ کے پاس رہ جاؤں ۔ انھوں نے کہا کہ آپ بیمار آدمی ہیں آپ ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتے کیونکہ نہ جانے ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہو آپ کہیں چھپ جائیں ۔ اس کے بعد آپ مختلف گھروں میں چھپتے رہے یہاں تک کہ ہندوستانی فوج سید پور میں آگئی ۔ اس وقت آپ نے فیصلہ کیا کہ اب باڈر پار کر کے کسی طرح ہندوستان چلے جانا چاہیے ہندوستانی فوجی بہت سے لوگوں کو سرحد پار کرا رہے تھے ۔ ہاشمی صاحب کے ساتھیوں نے ایک ہندو اور ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارا بھی ایک آدمی ہے اس کو بھی سرحد پار لے جانا ہے جب وہ آپ کو لینے آئے اور آپ ان کی جیپ میں بیٹھ گئے تو انھوں نے ٹارچ جلا کر اپنی جیپ میں دیکھا پھر پوچھا " میاں جی آپ یہاں کیا کرتے ہیں ۔ آپ نے کہا کہ میں یہاں ایک مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتا ہوں ۔ انھوں نے کہا کہ آپ صرف استاد

ہی نہیں ہیں کچھ اور بھی ہیں آپ کی تشکل بتا رہی ہے۔ اس بات کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صبح کو سرحد پار پہنچ گئے انہوں نے کہا کہ جہاں تک آپ سے معاہدہ ہوا تھا وہ جگہ آگئی ہے اب آپ یہاں اتر جائیں۔ جب آپ جیپ سے اترے تو دیکھا کہ جنگل میں نئے نئے جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ جھونپڑے کیسے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ جو بنگالی مکتی باہنی کی ٹریننگ لے رہے ہیں یہ ان کے جھونپڑے ہیں۔ اس پر ہاشمی صاحب نے کہا کہ آپ نے تو ہمیں موت کے منہ میں اتار دیا ہے۔ یہ لوگ تو ہمیں دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے اور یہاں سے کوئی سواری بھی نہیں ملے گی انھوں نے کہا کہ ہمارا تو یہیں تک معاہدہ ہوا تھا۔ ہماری گاڑی اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ آپ نے کہا کہ میں تو معذور آدمی ہوں زیادہ چل بھی نہیں سکتا۔ اور یہاں سے کوئی سواری بھی نہیں ملے گی۔ آپ مجھے ایسی جگہ اتار دیں جہاں سے کوئی سواری مل جائے ان لوگوں نے پوچھا کنیہار جانا ہے انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے پہلے آپ ہماری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر ہمارے لیے دعا کریں کہ ہم خیریت کے ساتھ اپنے گھروں کو پہنچ جائیں یہاں تو جان جانے میں ذرا سی دیر نہیں لگتی۔ آپ ہمیں بتا نہیں رہے ہیں آپ کوئی بڑی ہستی ہیں۔ پھر آپ نے ان کے لیے دعا کی اور انہوں نے آپ کو بس سٹاپ پر لے جا کر اُتار دیا۔ وہاں پر اترے تو دیکھا کہ مکتی باہنی والے وہاں بھی موجود تھے۔ آپ کہیں چھپ کر بیٹھ گئے۔ ایک نوجوان لڑکا مدد کے لیے آپ کے ساتھ تھا اس کو ٹیکسی لینے کے لیے بھیجا کیونکہ بس میں جانے پر خطرہ تھا۔ جب آپ ٹیکسی میں سوار ہو کر چلنے لگے تو ایک داڑھی والا شخص جس نے شیروانی پہن رکھی تھی دوڑا آیا اور آپ کو رکنے کے لیے کہا اس کے بعد اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں آپ نے کہا کہ ہم لوگ کنیہار جا رہے ہیں۔ اس نے کہا مجھے بھی کنیہار جانا ہے بس نکل گئی ہے دوسری بس بہت دیر میں آئے گی آپ نے اس کو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ آپ کو یہ فکر تھی کہ سارا دن کہاں گذاروں گا کیونکہ وہاں مکتی باہنی کے بہت لوگ تھے۔ اُس آدمی نے پوچھا کہ آپ یہاں کیا کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں یہاں کچھ نہیں کرتا میں لکھنؤ سے آیا ہوں مجھ کو فالج ہے یہاں ایک حکیم اس کا علاج کرتا ہے اور کچھ دعا و تعویذ بھی کرتا ہے۔ اس نے مجھ کو دعا پڑھنے کے لیے دی ہے۔ مسجد میں بیٹھ کر اس کو پڑھنا ہے اس لیے آپ مجھ کو کنیہار میں کوئی مسجد بتا دیں تاکہ سارا دن بیٹھ کر میں وہ دعا پڑھ لوں کیونکہ لکھنؤ کی بس رات بارہ بجے

ملے گی۔ اس آدمی نے کہا کہ ایک مسجد میں میری کتابوں کی دکان ہے۔ میں آپ کو اس مسجد میں بٹھا دوں گا۔ جب کنیہار پہنچے تو اس نے ان کو مسجد میں بٹھا دیا۔ ہاشمی صاحب وضو کر کے مسجد میں بیٹھ گئے۔ وہ آدمی آپ سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے بڑی تعداد میں ناشتہ اور پان وغیرہ سب کچھ مسجد میں بھجوا دیا۔ جب شام ہوئی تو آپ نے اس لڑکے کو سٹیشن ٹکٹ لینے کے لیے بھیجا جب وہ ٹکٹ لے آیا تو پھر سٹیشن جانے کے لیے رکشہ میں سوار ہوئے۔ رکشہ چلانے والا راستہ بھول کر پلیٹ فارم کی بجائے دوسری طرف لے گیا جہاں ٹھوکر کے پاس گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں رکشہ والا کہنے لگا کہ میں روز پلیٹ فارم پر آتا ہوں آج نہ جانے راستہ بھول کر ادھر کیسے آ گیا چلیں میں آپ کو گیٹ پر اتار دوں۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے کہا کہ یہ ٹھوکر ہے۔ آپ نے کس ٹرین سے جانا ہے۔ آپ نے کہا لکھنؤ والی ٹرین سے اس نے کہا کہ وہ ٹرین تو سامنے کھڑی ہے اس نے کہا کہ چلیں میں آپ کو گیٹ پر پہنچا دیتا ہوں۔ ہاشمی صاحب کو خیال آیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری ہے اس لیے انھوں نے کہا کہ ہمیں یہیں اُتار دو۔ تو رکشہ ڈرائیور نے کہا کہ یہ سیڑھی پار کر کے سامنے ٹرین کھڑی ہے ابھی یہ جا کر پلیٹ فارم پر لگ جائے گی۔ آپ وہیں سے گاڑی میں سوار ہو گئے۔ گاڑی میں جاتے ہی آپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گئے اور اس کا شکر ادا کرنے لگے کہ اللہ آپ کیسے کیسے اپنے بندوں کی مدد کرتے ہیں۔ سجدہ شکر بجا لانے کے بعد کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ جب پلیٹ فارم پر گاڑی گئی تو وہ لڑکا ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کوئی پوچھتا تو وہ کہہ دیتا کہ یہ بیمار آدمی ہے اس کو نہ تنگ کریں۔ صبح جب گاڑی چھپرہ پہنچی تو ہاشمی صاحب اتر کر اپنے سسرال چلے گئے گھر پہنچ کر جب اس لڑکے نے دروازہ کھلوایا تو ان کے پڑوسی ہندو انکوائری انسپکٹر نے ان کو دیکھ لیا۔ وہ اپنے گھر میں باہر سویا ہوا تھا۔ اس نے ان کو دیکھا تو خاموش رہا۔ آٹھ نو بجے وہ ان کے سالے پیارے احمد سے ملا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے بنگال والے بھائی آ گئے ہیں۔ پیارے احمد نے خطرہ کے پیش نظر انکار کر دیا۔ اس نے کہا چھپاؤ نہیں آپ کے والد صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بنگال سے میرا داماد آ گیا تو وہ تمہارے بیٹے کا روحانی علاج کر دے گا۔ میں دو سال سے ان کا انتظار کر رہا ہوں مجھ کو معلوم ہو گیا ہے وہ صبح آ گئے ہیں

آپ مجھ سے کوئی خوف نہ کھائیں میں نے صرف ان سے اپنے بیٹے کا علاج کرانا ہے۔ لہٰذا آپ نے اس کے بیٹے کا روحانی علاج کیا اور اس کو آرام آگیا آج تک وہ آپ کا شکر گذار ہے۔

جب آپ کے پہنچنے کی اطلاع رشتہ داروں کو پہنچی تو ایک رشتہ دار حسنین جو پولیس میں کام کرتا تھا۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بنگال کے لیڈروں کو گرفتار کرنے کے لیے ان کی تصویریں دی گئی تھی اس میں ہاشمی صاحب کی تصویر بھی تھی۔ اس نے کہا کہ جب مجھ کو ان کے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع ملی تو مجھے بہت حیرانی ہوئی کیونکہ جب سے آپ کی تصویر میرے ہاتھ میں آئی اس وقت میں آپ کو تلاش کرتا رہا۔ میں اور دوسرے مسلمان سپاہی اس فکر میں تھے کہ آپ کو گرفتار نہ کرلیا جائے اس لیے ہم نے اس وقت بھی ڈیوٹی دی جب ہماری ڈیوٹی کا وقت ختم ہوگیا۔ سمجھ نہیں آتا آپ کیسے آگئے میں تو مسافروں میں ایک ایک جگہ آپ کو ڈھونڈتا رہا۔

پھر آپ نے بتایا کہ میں ٹھوکر سے ہی گاڑی میں سوار ہوگیا تھا اور پھر ان کو پورا واقعہ سنایا۔ وہاں بھی آپ ایک جگہ نہیں ٹھہرے کبھی کسی کے گھر آٹھ دس دن ٹھہرتے اور کبھی دوسرے کے گھر۔ ہندوستان میں ہندوؤں نے آپ کے تمام رشتہ داروں کے گھر خفیہ پولیس کا پہرہ لگوادیا تھا کچھ ہمدرد ہندوؤں نے آپ کے رشتہ داروں کو بتا دیا کہ آپ لوگوں کے گھروں پر خفیہ پولیس لگی ہوئی ہے ان کو زیادہ اپنے گھروں میں نہ ٹھہرائیں۔ اس بنا پر ہاشمی صاحب اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر چلے گئے۔ ڈھاکہ میں ایک بچوں کی نیل بنانے کا کارخانہ تھا اس کا مالک آپ سے بہت متاثر تھا اور اکثر اپنے گھر آنے پر اصرار کرتا تھا وہ آپ کو وہاں پر مل گیا۔ آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی لیکن اس نے چال سے پہچان لیا۔ اس نے کہا میں نیل کے کارخانہ والا ہوں آپ گھبرائیں نہیں صرف یہ بتا دیں کہ آپ بنگال والے متین ہاشمی ہیں۔ آپ نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کہ جب سے میں نے اور میرے گھر والوں نے یہ خبر سنی کہ آپ مارے گئے سب بہت رنجیدہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سوچا کہ اسی طرح اگر ایک دو اور آدمی جان گئے تو مشکل ہو جائے گی لہٰذا آپ سرہند مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر روانہ ہو گئے اور کافی دنوں تک وہیں قیام فرمایا۔ جب ہندوستان میں بھی کچھ خطرہ کم ہوگیا تو کھٹمنڈو (نیپال) چلے گئے اور وہاں سے بنکاک کے راستے

کراچی پہنچے۔ کراچی میں بہت سے لوگوں نے آپ کو روکا لیکن آپ اپنے ایک دوست عبدالوحید کے اصرار پر ۷۳، ۱۹ء کے آخر میں اپنے اہل وعیال سمیت لاہور آ گئے۔ یہاں میاں عبدالوحید جو میاں عبدالعزیز کے پوتے تھے ان کی کوٹھی میں رہائش اختیار کی۔ پھر اہل وعیال کو لاہور چھوڑ کر مولانا محمد ذاکر کے بلانے پر جھنگ روانہ ہو گئے۔ جھنگ میں مدرسہ جامعہ محمدی شریف میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے دو سال تک خدمت انجام دیتے رہے۔ دو سال بعد دیال سنگھ کے ریسرچ سیل کی طرف سے آپ کو ملازمت کی پیشکش ہوئی۔ آپ نے بچوں کی تعلیم خاص طور پر سراج منیر کی تعلیم کی وجہ سے لاہور میں ملازمت کرنا بہتر سمجھا۔ اس کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور دیال سنگھ لائبریری کے ریسرچ سیل میں ملازمت اختیار کر لی اور تاحیات اس سے منسلک رہے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۹۰ء کو سراج منیر کے ہارٹ فیل ہو جانے کی وجہ سے آپ کو شدید صدمہ پہنچا۔ اس سانحہ کی وجہ سے آپ مسلسل بیمار رہنے لگے۔ بالآخر ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ خدا آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

مولانا محمد متین ہاشمی صاحب نہایت خدا ترس، نیک دل حق گو اور اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرنے والے انسان تھے۔ لیکن ساتھ ساتھ خدا کے خوف سے لرزاں بھی رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ تھکے ہارے دوپہر کے وقت گھر میں تشریف لائے اسی وقت ایک عورت اپنی بچی کے روحانی علاج کے لیے آپ کے پاس آئی اسقدر تھکاوٹ کے باعث آپ نے اس کی بچی کا علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ جب آپ کی بیوی کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا "نہ جانے کتنی ضرورت مند ہو گی۔ آپ لوگوں کو اچھا کرتے ہیں یا خدا کرتا ہے" اتنا سننا تھا کہ خوف خدا سے کانپنے لگے اور پھر اس عورت کو بلا کر لائے اور اس کی کا علاج کیا جس سے وہ اچھی ہو گئی۔

پاکستان میں "اسلام کا نفاذ"، ان کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ اسی لیے انھوں نے نفاذ اسلام کے لیے ساری زندگی جد وجہد کی۔ اسلام کی خاطر جان و مال کسی کی بھی پرواہ نہیں کی بس ان کی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح پاکستان میں اسلام نافذ ہو جائے۔ جنرل ضیاء الحق سے بھی ہاشمی صاحب اسی لیے خوش تھے کہ وہ اسلام کو نافذ کرنے کی خواہش رکھتا تھا اور اسکے لیے

ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ انہوں نے اپنے فرزند سراج منیر پر اسی لیے اس قدر محنت صرف کی تھی تاکہ وہ اسلام کی خدمت کر سکے اور ان کے نفاذ اسلام کے خواب کو پورا کر سکے۔ اسی خواب کو پورا کرنے کے لیے انھوں نے " اسلامی حدود ، اسلام کا قانونِ شہادت، اسلامی نظام عدل کا نفاذ مشکلات اور ان کا حل اور نظام عشر کی برکات جیسی بلند پایہ کتابیں تحریر فرمائیں سنن ابی داؤد اور سطعات جیسی علمی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اور ان کی انہی خدمات کے پیش نظر صدر ضیاء الحق نے ان کو ستارہ امتیاز دیا۔